Vol 4 No.3 2020

HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

# سرائیکی لوک شاعری اور ہماری شناخت

## FOLK POETRY OF SIRAIKI AND OUR IDENTITY

**حمیدہ کوثر**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سرائیکی، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج فارویمن، رحیم یار خان

**بدر مسعود خان**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سرائیکی، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

**Abstract**

*Folk literature and especially folk songs are the unique possession of siraiki language. Only man is born and brought up in a cultural environment. Folk literature acquainted in broad term. It includes in itself all our walk of real life. The life of the past seems a dream like world. In it our ancestors modes of behaviors, customs, philosophies ethic, Morals, manner, customs and daily life activities. Our weddings, romance and love stories rather it includes all that man had acquired. Folk siraiki song brought us in the world of imagination and fantasy. Soothe and calm life was the symbol of society. People of this siraiki wasaib were so simple and innocent that they were not aware of about the cunning attitudes of the invaders, who snatch their earth from their feet and let them homeless in their homeland. In such songs we equipped ourselves with the valuable rich life of our past. There was simplicity in dresses; food like Mora keen cloth, Dhela and paisas was the currency in use. Pulses were presented as delicious food in dinner for their loved ones, camels ware used for weddings, baraats, ring name as challa was the sign of true love and sincerity*

Keywords: wasaib, Folk, Dheiley, Kaudi, Dhaila, Kachaway, Challa,

ہر عہد تحقیق، تنقید اور تخلیق کی نئی سوچ لیے ہمارے ساتھ آن کھڑا ہوتا ہے۔ زبان اور معاشرے کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ زبان پر اثر انداز ہونے والے سماجی عوامل کا جائزہ لینا ہو تو ہمیں زبان کے خطے پر بسنے والے ذی روح لوگوں کی زندگیوں میں جھانکنا پڑتا ہے۔ کسی بھی شاعر کا اپنے وسیب سے مکالمہ زبان ہی کے ذریعے ممکن ہو سکتا ہے۔ کسی بھی زبان کی قوت اور طاقت کا اظہار سماج میں پیوستہ اس کی جڑوں کی مضبوطی سے لگایا جاسکتا ہے۔ زبان کی بڑھوتری روز مرہ حیاتی سے نمو پاتی ہے جس کا اندازہ سماج میں پیوستہ اس کی جڑوں کی مضبوطی سے لگایا جاسکتا ہے۔ گویا زبان کا رشتہ سماج، تہذیب، تاریخ، ثقافت لوک ادب اور زندہ قوموں کی اقدار کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ لوک ادب کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے البتہ جدت کے ثقافتوں نے اس کی تفہیم نو کی ہے۔

ہزاروں سال کے تاریخی سفر نے اپنے وسیب سے مکالمہ کیا ہے۔ یہ مکالمہ دار صل لوگوں کی اپنی تاریخ اور اپنی شناخت سے وجود پذیر ہوا ہے۔ ازل سے آنکھوں میں بسے ہوئے خوابوں نے کئی صدیوں کا سفر طے کیا ہے۔ بنیادی طور پر لوک ادب کسی بھی قوم اور معاشرے کی تاریخی رواتیوں کا امین ہوتا ہے۔ اجتماعی شعور کا یہ خزانہ لوگوں کو اپنی ثقافت اور ماضی سے روشناس کراتا ہے۔ اس شناسائی میں ان کی پوشیدہ اصلیت دریافت کا روپ دھارے آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ لوک شاعری دراصل لوگ

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

گیتوں کا ایسا مجموعہ ہے جس میں ہر گیت کا اپنا رنگ اور اپنی خوشبو ہے۔ یہ خوشبو وسیب کے لوگوں کے ادب میں رچی بسی ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سرائیکی زبان کا قدیم لوک ادب حملہ آوروں کی مار دھاڑ اور لتاڑ کے سبب مکمل طور پر محفوظ نہیں رہ سکا۔ سرائیکی دانشور اور محقق ظہور احمد دھریجہ بحوالہ عاصمہ ظہور لکھتے ہیں:

> ”سرائیکی زبان کا قدیم ادب محفوظ نہیں رہ سکا۔ البتہ آج بھی کسی نہ کسی حوالے سے ہمیں زبان کی قدامت کے تحریری ثبوت ملتے رہتے ہیں۔ یہاں سے پتا چلتا ہے کہ یہ زبان آج سے ہزاروں سال قبل سے نہ صرف بول چال بلکہ لکھنے پڑھنے کی زبان چلی آ رہی ہے“ (1)

لوک شاعری سماج سے پیوستہ ہوتی ہے اور کوئی بھی سماج فردِ واحد پر انحصار نہیں کرتا۔ مختلف طبقوں، گروہوں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ اس ادب کے اجتماعی تخلیق کار سمجھے جاتے ہیں۔ ان تمام لوگوں میں عجز و نیاز، عشق و محبت، پیار، وفا، نیک نیتی، رواداری، قربانی، عزم واستقلال، بندگی، خدمت خلق، انکساری، شرم وحیا، وعدوں کی پاسداری، ایک دوسرے سے جڑت جیسی اقدار مشترک ہوتی ہیں۔ سرائیکی وسیب، تھل، تھر، روہی، چولستان اور ان سے پیوستہ علاقوں پر مشتمل خطہ ہے۔ تھل کا لوک ادب ڈھولا اور ماہیا کے حوالے سے جداگانہ شناخت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اُلفت ملغانی "تھل دا لوک ادب" کے دیباچے میں تھلوچی ماہیا اور ڈھولے کا نمونہ یوں پیش کرتے ہیں:

”کوٹھے تے بُھل سُکدے

اندر بیمار پیاں، باہروں جنڈڑی دے مُل چُکدے

یا پھر ایک ڈھولے کے بول یوں ہیں:

باغاں وچ امب جُھلدے

سجن سیانے ہوندے، اساں دَر دَر کیوں رلدے“ (2)

لوک ادب وسیب کے اجتماعی رہن سہن سے وجود پاتا ہے اور انسان کی مجموعی وسیبی زندگی کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماج اپنی ثقافتی زندگی سے کبھی تہی دامن نہیں ہو سکتا۔ کہیں سماج اس ادب کو آرٹ کا نام دے کر اس کی اُٹھان کرتا ہے۔ آرٹ انسانی ذات اور روح کی آزادی کے ساتھ منسلک نظام کا نام ہے۔ غلام ہستی آرٹ کی تخلیق میں ناکام نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ لوک ادب میں بے ساختہ پن اور فکری ذہنی آزادی کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ زندگی کا فلسفہ بھی اپنا ہوتا ہے اپنی تعبیر آپ، اپنا سفر آپ، اپنی رہنمائی آپ۔ یہ تو اپنے آپ کو خود بیان کرتی چلی جاتی ہے اپنے راستے خود تلاش کرتی ہے اور اپنی منزلیں خود طے کرتی ہے۔ اپنے اندھیروں اور اجالوں کا تجزیہ خود کرتی ہے۔ تمام مناظر اور رنگ وروشنی کے تمام مفاہیم اس کے اندر پوشیدہ ہیں۔

انسان نے کبھی شکست نہیں کھائی، زندگی نے کبھی ہار نہیں مانی، آگ و خون کے دریا پار کرتے ہوئے بھی جیت کی نوید نے اس کی کوششوں کو نئی جلا بخشی ہے۔ زندگی اور کائنات کا عمل ست رنگی پینگھ کی مانند ہے جس میں لحہ بہ لحہ حرکت پزیری کی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔ سماج اور زمانے کی ضرورتوں میں بھی تبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے۔ انسانی ضروریات کے تانے بانے بھی بنتے جڑتے رہے ہیں۔ عاصمہ ظہور نے سماجی خوبصورتی اور محبوب کی اداؤں کا تذکرہ یوں کیا ہے۔ سرائیکی وسیب میں تلے کی جوتیاں کا رواج رہا ہے۔ اس کو پہن کر چلنے والا اپنی مستی میں مست دیکھائی دیتا ہے:

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

جُتی تیڈی چیک مچیکاں وچ تلے دی دھار وے

نکیاں نکیان ٹوراں ٹردے ہاں کلیجے پار وے

سرتے سوہنا تاج نرالا، گل چنبے دے ہار وے

تیڈیاں مست اداواں توں میں جندڑی ڈیساں وار وے

نکیاں نکیاں ٹوراں ٹردے ہاں کلیجے پار وے (3)

سندھ وادی کی تہذیب، ہاکڑہ تمدن اور سوئی وہار وغیرہ آج بھی آثار قدیمہ کے ماہرین کے لیے ایک بجھارت ہیں۔ اس کے ماخذ بارے آج بھی تاریخ خاموش دکھائی دیتی ہے۔ ہندوستان کی پہلی عظیم تہذیب کی بنیاد دراوڑوں نے قائم کی۔ دراوڑی سماج نے سرائیکی زبان کے لوک ادب کی پروش کی اور اسے پالا پوسا اور اپنے بعد آنے والی نسلوں کو امانت کے طور پر دان کر دیا۔ جسے آنے والی نسلوں نے سینے سے لگا کر ایک بڑے خزانے کے طور پر نہ صرف حفاظت کی بلکہ اپنی زندگیوں میں اس کا عمل دخل بھی رکھا تاکہ یہ ادب کہیں زمانے کے حوادثوں اور حالات کی زنگاری سے اپنی اصلیت نہ کھودے۔ طنز و مزاح لوک ادب کا نمایاں موضوع رہا ہے۔ مزاحیہ ڈھولے اور چھلے سرائیکی زبان کی وسعت کا پتہ دیتے ہیں۔ سب سے قدیم لوک گیت کے بول کچھ یوں ہیں:

چھلا میں نے پیندی، میکوں ماء مریندی

سس طعنے ڈیندی

چھلا ساوا اُسر ہے، اگوں یار دا گھر ہے

پچھوں پئے دا ڈر ہے

چھل اولوں گھولوں، پئے بڈھڑا اگولوں

یار نینگر گولوں

چھلا پیا راہ تیں، لگی اُویں جاء تیں

گھنے بدھے پاتیں(4)

اسی طرح کا ایک اور لوک گیت اپنی قومیت کا ثبوت لیے سرائیکی ادب میں پوری آن و شان کے ساتھ موجود ہے۔ زمانہ قدیم میں جب کرنسی نوٹوں کا رواج نہ تھا اور مختلف دھاتوں، چمڑے اور پتھروں سے بنے ہوئے سکے، دھیلا، پیسہ، کوڈی وسیب میں مروج تھے تو کوڈی نام کا سکہ سب سے چھوٹا ہونے کے باوجود بڑی قدر و قیمت والا ہوتا تھا۔ ایک اور دو کوڈیوں سے گھر کا سودا سلف با آسانی خرید ا جا سکتا تھا۔

Vol 4 No.3 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

یار کے آنے پر اس کی خوب خاطر مدارت کی جاتی تھی، جس میں دکھلائی اور ظاہری شان و شوکت کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا۔ یار اگر روٹھ جاتا تو اس کو منانے کی خاطر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس کی منت سماجت بھی کی جاتی تھی اور اس کے لیے رواجی اعتبار سے کھانے کا بندوبست بھی کیا جاتا تھا۔ اس منظر نامے کو حمید الفت ملغانی یوں پیش کرتے ہیں:

ڈوں کوڑیاں دیاں مرچاں گھدیاں نال کوڑی دا وصل

یار کوں مناؤں گیاں سٹ تے پکا فصل

ڈو کوڑیاں دیاں مرچاں گھدیاں نال کوڑی دے دھانڑیں

یار کوں مناوں گیاں پا کے سارے گاہنڑیں

ڈو کوڑیاں دیاں مرچاں گھدیاں نال کوڑی دا گوشت

پیشیں نال پکا کے رکھاں کھاوے میڈا دوست

ڈو کوڑیں دیاں مرچاں گھدیاں نال کوڑی دی دال

دیگر نال پکا کے رکھاں کھاواں یار دے نال(5)

سرائیکی لوک ادب خاص چس رس اور حسن رکھتا ہے۔ اسی حسن کی کشش ہمیں محو کر دیتی ہے۔ اگر انسان سے تحقیقی حس چھین لی جائی اور اس کی جستجو پر پہرے بٹھا دیے جائیں، اسے رنگوں، تصویروں، سُروں اور خوشبوؤں سے محروم کر دیا جائے۔ رقص و سرور، خوشی اور مسرت کی لحاتی مستی حرام کر دی جائے تو ایسے بے بہا انمول بیش قیمت خزائن کی کھوج ناممکن ہو جائے گی۔ جیسے جیسے لوک گیتوں کے بول ہمارے سامنے آتے چلے جاتے ہیں ہم ایک طلسماتی دنیا میں کھو جاتے ہیں۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ کہانی کسی اور جہان کی ہے جہاں امن و سکون، محبت، بھائی چارہ، رواداری، اُنس، احترام آدمیت اور احترام انسانیت جیسے جذبات سے مزین یہ سماج بے مثل حقیقت کے طور ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہوتا ہے۔

سرائیکی وسیب کی شادی پر نیں کی رسموں میں گھڑا گھڑولی کی قدیم رسم مروج رہ گئی ہے جو آج کے نام نہاد جدید اور ترقی یافتہ معاشرے میں دم توڑتی نظر آتی ہے۔ اس موقع پر لڑکے اور لڑکی والوں کی طرف سے نوجوانوں کی ٹولیاں بن جاتی ہیں اور جھمر کا قدیم لوک گیت دعائیہ اظہار کے طور پر گایا جاتا ہے۔ ظہور احمد دھریجہ اپنی لکھت میں اس گیت کا نمونہ کچھ یوں پیش کرتے ہیں:

اے گھڑولا بھریسوں چن بھرا دا

دل خوش تھیندے اج پیوّماء دا

ماء تے ویر بھینیں منگن دُعائیں

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

دشمن زیر تے دور بلائیں

ہووی فضل وکرم سایہ خدا دا

اے گھڑ ولا بھریسوں چن بھرا دا (6)

لوک ادب اپنی بنت کا الگ نظام لیے ہوئے ہے۔ بھلے دنوں کا بیت جانا، ستاروں اور چاند سے مخاطب ہونا ہمیں متلاشی بنائے ہوئے ہے۔ سماجی اور ثقافتی شناخت کی کھوج ہمیں کبھی کبھی کرب میں مبتلا کر دیتی ہے اپنے آج کا موازنہ گزرے کل سے کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو انسانیت کے حوالے سے ترقی نہیں تنزلی کی طرف محوسفر محسوس کرتے ہیں۔ دکھائی ایسا دیتا ہے کہ کل کا انسان کسی سحر کے زیر اثر موجود تھا۔ اسی سحر میں وہ ہر طوفان کے خطرات سے نبرد آزما ہونے کے لئے اپنی قوت پر بھروسہ کرتا تھا وہ فطرت کے تسلیم شدہ نظام کا پابند تھا۔ اس کے اپنے بنائے ہوئے گیت تھے وہ خوشیوں کے موقعوں پر ان گیتوں کو گاتا تھا اور اپنا دل بہلاتا تھا۔ ڈاکٹر گل عباس اعوان نے ایسا ہی گیت نمونے کے طور پر پیش کیا ہے جو کہ بہنوں کی طرف سے بھائی کی بارات پر گایا جاتا ہے:

جنج تاں میڈے ویرن دی سڑکاں تے ناماوے

ویرن میڈا اسدا جیوے او مہندڑی لاوے

جنج تاں میڈے ویرن دی کجاویاں تے نہ ماوے

جنج تاں میڈے ویرن دی بساں تے نہ ماوے

جنج تاں میڈے ویرن دی کاراں تے نہ ماوے

او مہندڑی لاوے نال بھرانواں دے آوے

او مہندڑی لاوے نال بابے دے آوے

ویرن میڈا اسدا جیوے او مہندڑی لاوے(7)

کسی بھی زبان کے لوک ادب میں بچوں کے گیت مسلمہ اہمیت رکھتے ہیں۔ صدیوں کا سفر کرتے ہوئے یہ گیت ہماری تہذیب، ثقافت اور شناخت کے امین ہیں۔ ان گیتوں میں وسیب کے لوگوں کا تذکرہ مزاحیہ انداز میں کیا جاتا ہے۔ اس طرح کا ایک گیت "قصہ قصولی" کے نام سے مروج ہے۔ ظہور احمد دھریجہ اس گیت کا حوالہ یوں دیتے ہیں:

قصہ قصولی　　مر گیا پولی　　پولی دے پان　　چا گیا درکھان

درکھان دی ڈوئی　　چا گئی چڑھوئی چڑھوئی دا بھت　　چا گیا جٹ

جٹ دا ٹکر　　چا گیا ککڑ　　ککڑ دا مور　　چا گیا چور

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

چوردی جتی  جاگئی کتی      کتی داشور      بھج گیاچور

چوردی گاں کرے بھاں بھاں      گاں داچم      آیامنڈے موچی دے کم (8)

ڈھولے کا تصور محبوب کا روپ لیے نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ محبوب کی دوری میں ہجر و فراق کے لمحات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور محبوب سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اسے منانے ضرور آئے گا۔ ناراضگی دور کرنے کے لیے محبوب سے فرمائش کی جاتی ہے جس کو پورا کرنا اس کا فرض ہوتا ہے۔ کبھی چوڑیاں، کڑے کی فرمائش کی جاتی ہے تو کبھی سہرے اور پھول کا کہا جاتا ہے۔ کبھی موراکین کے کپڑے پر کڑھائی کروانے کا کہا جاتا ہے۔ ایک لوک گیت کے بول ہیں:

ساوی موراکین تے بوٹا کڈھ ڈے چولے تے

رُٹھی نہ منیساں بہوں ناراض ہاں ڈھولے تے

بزاروکاندے ناڑے

ماہی غیراں وچ بہہ کے ساڑے

بزاروکاندی گھوڑی

آپے لایو تے آپ چاتوڑی

بازاروکاندی رضائی

اساں جُھل کے تیڈی نال لائی

بزاروکاندیاں مینحاں

ملے ماہی تے جندوی میں ویچاں

ساوی موراکین تے بوٹا کڈھ ڈے چولے تے

اُکی نہ منیسیاں بہوں ناراض ہاں ڈھولے تے(9)

حاصل بحث یہ کہ لوک گیت سرائیکی ادب کا انمول خزانہ ہیں۔ جدید دور کی سائنس ترقی نے ہماری قدیم رسموں، ریتوں اور تہواروں پر جدت کی چادر کے پردے ڈال کر اسے دُھندلا دیا ہے۔ آج کے نام نہاد، ترقی یافتہ سائنسی دور نے انسان سے اس کی خوشیاں، امن، پیار محبت، احترام، رواداری، استقامت اور قناعت پسندی چھین لی ہیں۔ ہمارے وسیب پر بھی اس کے اثرات نمایاں ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ قدیم معاشرتی ثقافتی تہذیبی زندگی آہستہ آہستہ جدت کا روپ دھارتے ہوئے ان گیتوں میں تبدیلی کرتی چلی جا رہی ہے۔ وسیب کی آن وشان اور مخصوص شناخت بننے والی رسمیں ریتیں اور لوک گیت کہیں معدوم ہوتے چلے جا رہے۔

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

**حوالہ جات**


1. ظہور احمد دھریجہ، سرائیکی، سیب، ملتان: جھوک پبلشرز،2012ء، ص41
2. حمید الفت ملغانی،ڈاکٹر، دیباچہ، تھل دالوک ادب از ڈاکٹر مزمل حسین، ملتان: بیکن بکس،2012ء، ص 15
3. عاصمہ ظہور، شادی دے سہرے، ملتان: جھوک پرنٹرز، 2008ء، ص82
4. حمید الفت ملغانی، سرائیکی لوک ریت، ملتان: سرائیکی ادبی بورڈ، 2005ء، ص 89
5. حمید الفت ملغانی، سرائیکی لوک ریت، ص 89
6. ظہور احمد دھریجہ، سرائیکی وسیب، ص 318
7. گل عباس اعوان،ڈاکٹر، سرائیکی ثقافت دے رنگ، ملتان: جھوک پبلیشرز، 2007 ء، ص 180
8. ظہور احمد دھریجہ، سرائیکی وسیب، ص 241
9. مزمل حسین،ڈاکٹر، تھل دالوک ادب، ملتان: بیکن بکس،2012ء، ص96